Dr. Rizwana Perween

R.N. College Hajipur Vaishali

B.A Part - I

Paper - I^st

Topic :- Ghalib ki Ek Ghazal
or uski tashrih.

Date :- 14-10-2020

Time - 11:20 - 12:10

موضوع :- دیوانِ غالب کی پہلی غزل اور اس کی تشریح -

---

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

کاو کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیرِ پا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

— × —

پہلے شعر کی تشریح :- اردو ادب کی روایت رہی ہے کہ ہر شاعر اپنے دیوان کو ترتیب دیتے ہیں پہلے ابتداء حمد سے کرتا ہے۔ اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے شاعر حمد و ثنا بھیج کر لکھتا ہے۔ ٹھیک اسی روایت ہی کی طرح غالب نے بھی اپنے دیوان کو ترتیب دیتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا ہے۔ غالب نے اپنے پہلے کلام / پہلی غزل کے پہلے شعر

انسانی پیکر خالقِ کائنات میں کہتے ہیں کہ یہ نقش یعنی انسانی کے سامنے فریادی ہے کہ انسانی جسم ایک کاغذی پیرہن کی طرح ہے۔ کاغذی پیرہن میں کوئی پائیداری نہیں ہوتی اسی طرح انسانی جسم ہے۔ مختصر یہ کہ دنیا میں انسان کو ثبات نہیں اگر ہے تو صرف اس خالقِ کائنات کو بس۔

درج بالا غزل کے دوسرے شعر میں شاعر فراقِ یار کی تنہائی یعنی دوست کی جدائی میں ہر لمحہ جو تکلیف ہوتی ہے اس کا اظہار لفظوں میں کیا ہے۔ ایک عاشق کا شب ہجر گزارنا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے جوئے شیر کا پہاڑ کاٹ کر لانا۔ اس شعر میں شاعر اس تاریخی واقعہ کی جانب اشارہ کرتا ہے جس میں فرہاد نے اپنے محبوب شیریں کو حاصل کرنے کے لئے پہاڑ کاٹ کر دودھ کی دریا نکال بہا دی تھی۔ جس طرح فرہاد کو پہاڑ کھودنے میں سخت جانی سے مقابلہ کرنا پڑا تھا اُسی طرح عاشق کو محبوب کے فراق میں صبح سے شام کا وقت گزارنا دشوار گزار ہوتا ہے۔

درج بالا غزل کا تیسرا شعر

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

اس شعر میں شاعر نے جذبۂ شہادت کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ بقول شاعر ایک عاشق اپنی محبت کی شدت اور آرزو میں اپنی جان بھی دینے کے لئے شمشیر (تلوار) کا سہارا لیتا ہے۔

عاشق کے جذبۂ شوقِ شہادت کو دیکھ کر شمشیر کا دم خود بخود باہر آ گیا ہے۔

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا ۔

درج بالا شعر غالب کے شاعرانہ تعلّی پر مبنی ہے۔ تعلّی در اصل اس شعر کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنے شاعرانہ کمالات کی تعریف بیان کرتا ہے۔ اس شعر میں آگہی بمعنی عقل و فہم جانکاری آگہی وغیرہ کے ہیں۔ 'دامِ شنیدن' سے مراد جاننے اور سمجھنے کی کوشش ہے۔ 'عنقا' ایک ایسا پرندہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ اس شعر میں 'عنقا' کا استعمال عام لوگوں کی سمجھ اور علم سے دور ہونے کے معنی میں ہوا ہے۔ الغرض شاعر کہتا ہے کہ میری شاعری میں بڑی تہہ داری ہے اس لئے میرے کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ بلکہ میری شاعری کو سمجھنے کے لئے وسعتِ مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

اس غزل کا آخری شعر مقطع کا ہے۔ اس میں شاعر نے اپنا تخلص غالب بیان کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں قید میں بھی آتشِ زیرِ پا ہوں۔ یعنی میرا اضطراب اور میری بے تابی میری اسیری پر اثر انداز نہیں ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اسیری میں پاؤں کی زنجیر موئے آتش کی مانند ہو گئی ہے۔ موئے آتش سے مراد جلا ہوا بال یا نہایت کمزور بال جو جلنے کے بعد خاکستر ہو جاتا ہے۔

—۲—